JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

فضائلِ اخلاق، تصوف کے تناظر میں

Anees Ur Rehman M Qaim
M.Phil Islamic Studies, University of Okara, Okara
sahib.e.alward787@gmail.com

Tahir Mehmood Saeedi
P.hD Scholar, Green International University, Lahore
tahirmehmood5877@gmail.com

ABSTRACT

Islam gave importance to ethics because these are important element of society. Ethics are backbone of society because it depends on the observance of supreme values. The requirements are to bring the human being away from all these vices and bring them to the virtues.So that the man can regain its lost position. Islam keeps us away from the wrong path. Allah Almighty sent Prophets for the reformation of man.All Prophets works for moral and spiritual training of their nations in their eras.The method of living in the societies, keeping in mind the principles of ethics. It is taught by innumberable Sufies in the on ways.If the modern man can find the teachings of Sufies in the true sense, he will be able to find the soluion to the temporary moral problems and attain the status of humanity.

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہےاور زندگی گزارنے کے تمام اصول و قواعد اپنے پیروکاروں کو فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ باطنی پاکیزگی کو حد درجہ اہمیت دی اور یہی روح دین ہے ۔صوفیاء کرام نے اسی لیے اسی تعلیم کو اپنا شعار بنایا جو اخلاقی اقدار کا درجہ رکھتا ہے۔ اخلاقی اقدار معاشرے میں انتہائی اہمیت کاحامل ہے اوراس کی حیثیت معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔معاشرے کی ابدیت کا دارو مدار اخلاقی اقدار کی پاسداری پر ہوتا ہے۔وہ لوگ ترقی کی عروج تک پہنچے جنھوں نے اخلاقی اقدار کو اپنایا اور وہ جنھوں نے اس کی قدر نہ کی تباہی و بربادی انکا مقدر بنی۔ جنھوں نے حقوق اللہ و حقوق العباد کو پس پشت کیا ان کی تباہی نہ صرف ام الکتاب میں ہے بلکہ اس کے بعد کی اقوام کی بھی امثال موجود ہیں۔آج کی ضرورت یہ ہے کہ انسان کو رزائل سے فضائل کی طرف لایا جائے تاکہ انسان کو اس کا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل ہو سکے۔ انسان کی تعلیمی و تربیتی اصلاح کیلئے اللہ رب العزت نے انبیاء کرام علیہ السلام مبعوث فرمائے ۔تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے ادوار میں اپنی اپنی اقوام کی اخلاقی و روحانی تربیت کی۔ختم نبوت کے بعد ولایت کے سلسلے کا آغاز ہوااور بے شمار صوفیاء کرام اپنے اپنے انداز میں تربیت دیتے نظر آئے ہیں۔زمانہ جدید کا انسان اگر ان صوفیاء کرام کی تعلیمات کو مدنظر رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر عمل پیرا ہو جائے تو عصری اخلاقی مسائل کا نہ صرف حل تلاش کر لے بلکہ اشرف الخلوقات کے مرتبہ کو پا سکتا ہے۔

دین اسلام نے اخلاقی اقدار کو حد درجہ بلندی دی اور یہی دین کی روح ہے۔ عصر حاضر کے معاشرہ میں بے راہ روی ، جھوٹ ، کینہ ،فحش گوئی، فساد، بد دیانتی، حسد اور بغض جیسے تمام رذائل موجود ہیں جس کی بنا پر انسان ترقی کی بجائے ناکام رہا ہے۔انبیاء کرام کا یہ سلسلہ نور مجسم رحمت اللعلمین ﷺ پر اختتام پذیر ہوا۔ آپ ﷺ کے بعد روحانی و اخلاقی تربیت کا فرئضہ اہل حق کو سونپا گیا۔ جنھوں نے اس حق تعالٰی کے فرئضہ کو حق سے سر انجام دیا اور اسے امت کے قلوب و صدور تک پہنچایا۔صوفیاء نے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو نہ صرف بتایا بلکہ ایک عملی نمونہ بنے مگر عصر جدید کا انسان صوفیاء کرام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے تو عصری اخلاقی مسائل کا حل تلاش کر کے اشرف الخلوقات کے مرتبہ کو پا سکتا ہے۔

تصوف کی تحقیق

لفظ "تصوف" باب تفعل کا مصدر ہے جس کا معنی ہے : "فلان صار من الصوفية "فلاں آدمی صوفیاء میں سے ہو گیا[1]۔

مصباح اللغات میں ہے:

"صوفی بننا یا صوفیوں کی عادت بنانا[2] "۔صوفیاء کی عادات سے مراد نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونا ہے۔ مختصراَ صوفی اس شخصیت کو کہتے ہیں جو ظاہری و باطنی طور پر اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو۔

---

[1] المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیہ بالقاہرہ، ج1، ص529، دار الدعوۃ، قاہرہ، س۔ن

[2] ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ، مصباح اللغات، ص463، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور، 1999

تصوف کی کئی تعریفات کی گئی ہیں جیسا کہ علامہ قشیری اپنی کتب میں ساٹھ سے بھی زیادہ تعریفات لکھ چکے ہیں اور کہتے ہیں یہ تعریفیں ان صوفیاء حضرات سے اخذ کی ہیں جو متقدمین میں سے ہیں ۔[3]

الحامدی اپنی کتاب " الانسان والاسلام" میں لکھتے ہیں کہ تصوف کی تعریفیں دو ہزار سے بھی زیادہ منقول ہیں۔[4]

ذیل میں تصوف کی چند مشہور تعریفات کو ذکر کیا جاتا ہے:

امام غزالی فرماتے ہیں:

التصوف شيئان الصدق مع الله وحسن المعاملة مع الناس فكل من صدق مع الله تعالى وأحسن معاملة الخلق فهو صوفي[5]

"تصوف دو چیزیں ہیں : اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچ بولنا اور لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا، پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچ بولے اور مخلوق کے ساتھ اچھا معاملہ کرے تو وہ صوفی ہے" ۔

زین الدین محمد عبدالرووف نے لکھا ہے:

الوقوف مع الآداب الشرعية ظاهرا فيرى حكمها من الظاهر في الباطن، وباطنا فيرى حكمها من الباطن في الظاهر[6]

"شریعت کے ظاہری امور سے باخبر ہو کر اس پر باطن کو سنوار نا اور باطن سے باخبر ہو کر اس سے ظاہر کو سنوارنا۔".

المعجم الوسیط میں ہے:

"التصوف طريقة سلوكية قوامها التقشف والتحلي بالفضائل لتزكوا النفس وتسموا الروح"[7]

"وہ سلوکی طریقہ جس میں فضائل پر بندہ مزین ہو جاتا ہے اور نفسِ رذائل سے پاک ہو جاتا ہے اور روح بلند ہو جاتی ہے۔"

اہل اسلام کو صوفی کہنے کی چند وجوہات یہ ہیں:

ان کے عقائد صاف ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے صف اول میں ہوں گے۔

اہل صفہ کے اوصاف کے قریب تر ہوتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات پر ظاہری و باطنی کاربند ہوتے ہیں۔

بشر بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے لئے تصفیہ قلب کرے، اسے صوفی کہا جاتا ہے۔[8]

حصرِ تصوف یہ ہے کہ اخلاق ظاہریہ کی اصلاح، باطن کی صفائی، صفات کاملہ سے لبریز ہونا، حق کی خاطر حق پر قائم رہنا، محبت الٰہی کے لئے مختص کرنا، تقویٰ کی پاسداری اور مولائے کریم جل جلالہ وشانہ کی محبت ہے۔

عصر حاضر کے اخلاقی مسائل اور انکا حل

انسان گود سے گور تک معاشرے کا محتاج ہے۔ اللہ رب العزت نے جملہ مخلوقات کو ایک ضابطے کے تحت پیدا کیا ہے مگر آج یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسان ان تمام اخلاقیات کو فراموش کر کے اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو چکا ہے جس کے باعث معاشرے میں ہر طرف رذائل کا بسیرا ہے اور کروڑوں مسائل نے ہمارے معاشرے کو بد حالی میں مبتلاء کر رکھا ہے۔ جس کے سبب معاشرے میں امن و سکون کی کمی اور بدامنی پھیلتی جارہی ہے۔مغربی تہذیب کے زہریلے اثرات نہ صرف گھر گھر بلکہ بنی نوع انسان کے قلوب واذہان پر حاوی ہو چکے ہیں۔ہمارے نظامِ تعلیم میں مغربی آمیزش انتہا درجہ کی ہے جس وجہ سے ہمارے معاشرے میں ایک تہذیبی اثرات مند ہو چکے ہیں۔ان اثرات کو زائل کرنے کیلئے اولیاء کاملین نے امت محمدیؐ کی تعلیم و تربیت کیلئے خانقاہوں کو بنایا تاکہ امت مسلمہ راہ خدا پر گامزن ہو۔خانقاہی نظام تصوف کے نام سے موسوم ہے۔

امام غزالیؒ اخلاق کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[3] عبدالکریم قریشی، الرسالۃ القشیریہ، ج1، ص65، دار الکتب الحدیث، القاہرہ، 1947

[4] محمد ابوالہدیٰ الرفاعی، قلادہ الجواہر فی ذکر الرفاعی اتباعھالاکابر، ص375، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1400ھ

[5] محمد عمیم الاحسان المجددی، التعریفات الفقہیہ، ص57، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبعۃ اولی، 2003

[6] زین الدین محمد، عبدالرؤف بن تاج العارفین، ص98، عالم الکتب، قاہرہ، الطبعۃ الاولی، 1990

[7] المعجم الوسیط، ج1، ص529

[8] ابو بکر محمد بن ابی اسحاق بن ابراہیم بن یعقوب الکلاباذی، التعرف لمذہب اہل التصوف، ص21، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ص۔ن

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

فالخلق عبارة من هيته في نفس را سخه عنها تصدر الاعمال بسهولة ويسر من غير حاجة الی فکرہ روية[9]

خلق نفس اس راسخ کیفیت کوکہتے ہیں جس کے سبب اعمال بڑی سہولت و آسانی سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کے کرنے میں سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔

رذائل سے مراد وہ مسائل ہیں جن کا تعلق براہ راست سیرت و کردار سے ہوتا ہے۔

اسراف و تبذیر اور قناعت

اللہ تعالی نے زندگی گزارنے کے جو وسائل عطا فرمائے ہیں ان کے ساتھ یہ بھی ہدایت دی ہے کہ ان کے استعمال میں افراط و تفریط سے بچا جائے۔ اسی افراط کو اسراف اور تفریط کو بخل کا نام دیا ہے۔ یہ دونوں مذموم عادات ہیں جن سے اللہ رب العزت نے پرہیز کرنے کو منع فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا[10]

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

اسی طرح حدیث نبویﷺ میں بھی اسراف و تبذیر سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :كلوا واشربوا، والبسوا وتصدقوا في غير إسراف ولا مخيلة[11]

کھاؤ اور پیو اور پہنو اور خیرات کرو لیکن اسراف اور تکبر نہ کرو۔

اسراف و تبذیر ایسی بیماریاں ہیں جن سے بہت سی دیگر اخلاقی بیماریاں جنم لیتی ہیں ۔ فضول خرچی کے باعث انسان کی آمدنی ختم ہونے لگتی ہے اور مفلسی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ اسی طرح چونکہ زکوۃ و صدقات کی بدولت غربت کا خاتمہ ہوتا ہے مگر تبذیر کو اپنانے والا شخص جب اپنی دولت کو اپنے تک رکھتا ہے غریبوں کو دینے میں کنجوسی سے کام لیتا ہے تو ایسا شخص جو مفلس ہو وہ بہت سی اخلاقی بیماریوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس کو جب کوئی راہ نظر نہیں آتی تو وہ لوٹ مار ، چوری، ڈکیتی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے ، جھوٹ اپنی زبان پر لا کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے ، کوئی امانت رکھوائے تو اس میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے ، دوسرے اشخاص کی دولت کو دیکھ کر حسد کرتا ہے۔ موجودہ دور میں شادی بیاہ میں بے شمار رسومات کے نام پر بے جا بیش بہا پیسہ لٹایا جاتا ہے۔ یہ صرف اخروی تباہی کا سبب ہی نہیں بلکہ اس سے انسان کی دنیاوی زندگی بھی مشکلات میں دھنس کر رہ جاتی ہے۔ ان رسومات کی وجہ سے انسان خرافات میں مبتلا ہو گیا ہے اور اسی سبب مقروض ہونے، سودی قرضے لینے اور رشوت و دھوکہ دہی میں مبتلا ہو گیا ہے اور ان تمام بیماریوں کی جڑ اسراف ہے۔

اسراف و تبذیر سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے سبب صوفیاء کرام نے اپنی زندگی کو ان رذائل سے پاک رکھا اور اپنے پیروکاروں کو اس کی تعلیم دی اور اس سے بچنے کے لیے قناعت و سخاوت کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی تعلیمات دیں۔

دنیا اور اس کی رنگینیوں نے یوں تو ہر دور میں ہی انسان کو اپنا گرویدہ بنائے رکھا ہے مگر آج کے دور میں دنیا کا حسن جس قدر دل کش اور پر کشش ہو چکا ہے اس سے نظر ہٹانا کوئی آسان کام نہیں رہا مگر افسوس کہ مسلمان خود بھی اسی دلربا کی زلفوں کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں۔ اہل تصوف کی زندگی پر روشنی ڈالیں تو اس حقیقت سے انکار نہ ہو گا کہ صوفیاء کرام نے پوری قوت کے ساتھ دنیا پرستی کے فتنے سے بچنے کی تلقین خود اپنے عمل سے کی اور عیش پرستی کے خاتمے کے لئے فقر و قناعت کو اپنی حیات میں شامل کیا۔

امام قشیری فرماتے ہیں:

القناعة الاكتفاء بالموجود، وزوال الطمع فيما ليس بحاصل[12]

یہ قناعت ہے تجھے جو مل جائے اس پر اکتفاء کرے اور جو نہ حاصل ہو اس کا طمع نہ کرے۔

---

[9] غزالی، محمد بن محمد، احیائے علوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، ج3، ص52

[10] سورہ الفرقان 25: 67

[11] ماجہؒ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس: 3605

[12] القشیریؒ، رسالہ قشیریہ، ص120

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

روایت ہے کہ حضرت سید نا عمر بن عبدالعزیز کی ایک سیڑھی تھی جس پر آپ چڑھا کرتے تو اس سے آواز آتی تھی اور کمزور ہونے کے سبب وہ ہلنے لگتی۔ آپ کے دوستوں میں سے کسی نے اس کو گارے سے مضبوط کر دیا۔ جب آپ اس پر چڑھے تو دیکھا کہ اب آواز نہیں آرہی۔ دریافت کرنے پر عرض کی گئی فلاں نے اسے ٹھیک کر دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اس کو واپس اپنی حالت پر کر دو۔ کیونکہ جب سے مجھے خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے میں نے اللہ عزوجل سے عہد کر رکھا ہے کہ نہ کوئی دیوار بناؤں گا نہ کوئی عمارت۔[13]

جہاں صوفیاء کرام نے اپنی حیات مبارکہ کو اسراف سے پاک رکھا اور اس کی بجائے قناعت کی تعلیم دی وہیں ان حضرات نے تبذیر سے بھی اپنے دامن بچائے رکھے اور اپنے مال راہ خدا میں خرچ کرتے رہے اور لوگوں کو بھی اس کی تعلیم دیتے رہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے وصال سے قبل ایک شخص مال لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ اسے جہاں مناسب سمجھیں یہ مال فقراء و مساکین میں خرچ کر دیں مگر اسے اپنا مال واپس لے کر جانا پڑا کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے مال سے لوگوں کو غنی کر دیا تھا۔[14]

غیبت اور اجتناب غیبت

غیبت ایسی روحانی مرض ہے جس میں بہت بڑی تعداد شعوری و غیر شعوری انداز میں ملوث ہے۔کسی فرد میں پائی جانے والی برائی کا اس کی غیر موجودگی میں ذکر کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ غیبت ایک قبیح گناہ ہے جس کے مرتکب کو اللہ تعالی اس وقت تک معاف نہیں فرماتا جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے۔اس کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اس سے بچنے کا حکم دیاگیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

وَ لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ[15]

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں نا پسند ہو گا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے والے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی مثل قرار دیا ہےاور نبی کریم ﷺ نے بھی غیبت کرنے والوں کے انجام کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا:

لما عرج بي مررت بقوم لهم اظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم فقلت :من هؤلاء يا جبريل؟
قال :هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون في اعراضهم[16]

جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے منہ وسینے نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا : جبرائیل یہ کون ہیں ؟

کہا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے (غیبت کرتے) اور ان کی بے عزتی کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو ایک دعوت میں بلایا گیا۔آپ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے وہاں ایک شخص کا ذکر کیا جو وہاں موجود نہ تھا۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا مجھ سے جو کچھ کیا ہے میرے نفس نے کیا ہے کیونکہ میں ایسی جگہ آیا ہوں جہاں لوگوں کی غیبت کی جارہی ہے۔پس آپ چلے گئے اور تین دن کھانا نہیں کھایا۔[17]

مندرجہ بالاقرآنی آیت احادیث مبارکہ اوراقوال صوفیاء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیبت کس قدر نقصان دہ ہے۔ ایک طرف مردہ بھائی کے گوشت کھانے کی مثل قرار دیا گیا ہے اور دوسرا نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایسے لوگوں کے شدید عذاب میں مبتلا ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔

عدم احترام اور ادب

مسلمان قوم جو کل تک اخلاق و ادبی اقدار سے پہچانی اور جانی جاتی تھی وہ آج اپنے بزرگوں اور بڑوں کا ادب تو در کنار ان پر ذرا بھی سوچے بغیر لب کشائی کرنے لگی ہے۔مسلمان مغربی تعلیمات کی زد میں آکر اپنے نقوش فراموش کر بیٹھے ہیں۔اس وقت امت مسلمہ اخلاقی انحطاط و پستی میں مبتلا ہے۔جبکہ

---

13 شعیب حریفیش،الروض الفائق فی المواعظ والرقائق،مکتبۃ المدینہ کراچی،س2008،ص384

14 ایضاً

15 سورہ الحجرات 49: 12

16 ابوداؤد،امام،سنن ابوداؤد،کتاب الادب:4878

17 القشیری،ابوالقاسم،عبدالکریم،رسالہ قشیریہ(اردو،مترجم محمد عبدالنفیر)،ص299

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

اسلام نے ہر لحظہ و ہر لمحہ بڑوں کی عزت وتکریم کی تلقین کی ہے اور وہ لوگ جو اپنے والدین کا ادب نہیں کرتے ان کے متعلق کہا گیا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ معاشرے میں بڑھتی بے ادبی کی رکاوٹ کے لیے ضروری ہے کہ آج کے معاشرے کو اسلامی تعلیمات سے آشنا کروایا جائے۔

انسان کی ایک بنیادی و فطری ضرورت ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کے قرب اور رضا کا متلاشی ہو اور بالخصوص ایک مسلمان اپنے پروردگار سے وابستگی کے بغیر عبادات کی روح کو محسوس نہیں کر سکتا۔اس غرض سے وہ مختلف راہیں اختیار کرتا ہے جس میں وہ اپنے دنیاوی معاملات کے ساتھ ساتھ اپنی روحانی پیاس کو بجھانے کی بھی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔لیکن وہ اپنا مقصود اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ والدین واکابر کاادب نہیں کرتا

ارشادربانی ہے :

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا[18]

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

لان يؤدب الرجل ولده خير من ان يتصدق بصاع[19]

اپنے لڑکے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ دینے سے بہتر ہے۔

قرآن و سنت اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ادب کا حکم ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادب کی اہمیت کیا ہے مگرآج ہمارے معاشرے میں ادب کا فقدان حد درجہ پایا جاتا ہے۔ جس کے لیے ضروری امر ہے کہ ادب کو اپنی زندگی میں شامل کیا جائے۔ دنیاوی زندگی میں انسان کو خوشی و مسرت کے ساتھ ساتھ غم ، تکلیف ، مشکلات، مصیبت و آفات سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ اور ان لمحات میں انسان کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ صبر کی اہمیت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت کے ہاں صابر کا بہترین درجہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد مبارک ہے:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّبِرِينَ[20]

اور اگرتم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔

آج کا انسان خالق کائنات کے حکم کے مطابق ہر کام میں صبر کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وما اعطي احد عطاء خيرا واوسع من الصبر[21]

اور کوئی عطائے الہی بہتر اور کشادگی والی صبر سے زیادہ نہیں۔

اگر بزرگان دین کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہیں جو بھی مقام ملا وہ ادب کی بدولت ملا۔ ادب جس طرح مسلمان کی زندگی کے لیے ضروری ہے اسی طرح ہر معاملے میں اس کو ملحوظ خاطر رکھنا قلبی سکون و خوشگوار زندگی کا باعث بنتا ہے۔ موجودہ دور میں اس کی ضرورت کئی حوالوں سے ہے چاہے وہ شیخ و مرید کا تعلق ہو ، موجودہ خانقاہی نظام ہو ، استاد و طالب علم کا تعلق ہو یا والدین و اولاد کا تعلق ہو۔ صوفیاء کرام نے اپنی زندگیوں میں بھی ادب کو شامل رکھا اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

عادل، حکام، والدین، دین دار اور متقی حضرات کے لئے تعظیما کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس سے دل میں محبت و الفت بڑھتی اور گہری ہوتی ہے۔ اس لئے اہل خیر اور مصلحین کے لئے تعظیما کھڑے ہونا اور تحائف پیش کرنا پسندیدہ ہے

جب کہ گناہ گار اور بد کردار لوگوں کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔[22]

---

[18] سورہ بنی اسرائیل 17: 23

[19] ترمذی، امام، سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول ﷺ: 1951

[20] سورہ النحل 16: 126

[21] بخاری، امام، صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ: 1469

یعنی عادل لوگوں ، حکمرانوں ، والدین، دین دار حضرات پرہیز گاروں کے لیے ادبا کھڑے ہونے کو پسند کیا گیا ہے کیونکہ اس سے دل میں محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

"والدین کی اطاعت واجب ہے۔ اطاعت والدین کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں ضروریات زندگی فراہم کرو، حتی الوسع ان کی تکلیف دور کرو، بچوں جیسی ان کی خاطر و مدارت کرو، ان سے منہ نہ بناو، بیزاری کا اظہار نہ کرو، ان کی ضروریات سے تنگی اور کج روی کا احساس نہ کرو، کثرت نوافل کی جگہ زیادہ وقت ان کی خدمت میں صرف کرو، ہر نماز کے بعد ان کے لئے دعا مغفرت کرو، انہیں صدمہ نہ پہنچاو، ان کی ایذا برداشت کر لو ، ان کی باتوں پر ترش اور تلخ جواب نہ دو، ان کی آواز سے بلند آواز نہ کرو، ادب و احترام کرو، شرعی احکامات میں ان کی خلاف ورزی نہ کرو، البتہ ان کی خلاف شرع بات نہ مانو جیسے حج ، پنجگانہ نماز ، زکوۃ، کفارہ، نذر و غیرہ کو ترک کرنا اسی طرح والدین کا وہ حکم نہ مانو جن سے حرام کاموں کا ارتکاب لازم آئے جیسے زنا، شراب، قتل، تہمت، ڈاکہ، چوری و غیرہ ۔"[23]

والدین کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے لیکن اطاعت کا مطلب سمجھنا ضروری ہے کہ اطاعت کے زمرے میں کون سی چیزیں آتی ہیں اطاعت سے مراد فقط یہ نہیں کہ والدین کو ضروریات زندگی فراہم کر دی جائیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کہ ہر لحظ و ہر لمحہ ان کے سامنے ادب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ ان کی آواز سے اپنی آوا از بلند نہ کی جائے، ان کا کہا مانا جائے ، ان کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا جائے سوا ان کے جو خلاف شریعت ہوں۔ باقی تمام معاملات میں ان کا حکم تسلیم کیا جائے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

"مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر کی مخالفت نہ کرے اور نہ دل میں اس پر اعتراض کرے۔ ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے والا گستاخ و بے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا اپنی تباہی اور ہلاکت کا خواستگار ہے۔ مرید کو چاہیے کہ شیخ طریقت کی طرف داری میں اپنے نفس کو مصروف رکھے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رکھے اور اس خواہش پر ملامت کرے ۔[24]

عدم برداشت اور صبر و شکر

معاشرے میں برداشت کی قوت بہت حد تک معدوم چکی ہے ۔گفتگو میں بھی شائستگی مفقود ہو چکی ہے۔اس عادت کی وجہ سے معیارِ گفت و شنید ، باہمی عزت و وقار کا لحاظ بھی ختم ہو چکا ہے۔تقریبا تمام شعبوں میں عدم برداشت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انسان کے مہذب ہونے کا معیار یہ بھی ہے کہ وہ کس قدر تحمل مزاج، خوش اخلاق اور قوت برداشت کا حامل ہے مگر آج کے مادی دور کا انسان ان تمام اخلاقی اقدار کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ اسی وجہ سے آج معاشرے میں امن و سکون اور بھائی چارے کا بھی فقدان دیکھنے کو ملتا ہے۔

اخلاقی صفات میں صبر وہ صفت ہے جس کا دین اسلام نے بہت زیادہ اہتمام کیا ہے اس وجہ سے یہ صفت ہمیں صوفیاء عظام کے ہاں بہت زیادہ ملتی ہے ۔ صبر صوفیاء کرام کی صفات میں سے ایک نمایاں صفت ہے جس کو ان حضرات نے مضبوطی سے تھامے رکھا اور اس کی جابجا تعلیم دی۔ صوفیاء عظام نے ہمیشہ صبر و تحمل کی تعلیمات کو عام کرنے کی مساعی کیں۔ خواجہ صادق المصدوق سہروردی نے اپنے مریدوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا :صبر کا دامن تھامے رہیں ، کسی سے جھگڑا نہ کریں، فریق ثانی جو کرتا ہے کرتا رہے ، جواب میں آپ صبر کریں ، سب سے بڑا سہارا اللہ تعالی کی ذات ہے۔"

حضرت خواجہ سری سقطی صبر کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے ٹھیک اسی وقت بچھونے آپ کو ڈنگ مار نا شروع کر دیا۔ آپ نے اس کی طرف ذرا بھی دھیان نہ دیا۔ جب لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آخر آپ نے اپنے پاس سے کیوں نہیں ہٹایا۔آپؒ نے فرمایا اس بات سے شرم آئی کہ اس وقت صبر پر گفتگو کر رہا تھا۔[25]

غیر محتاط گفتگو اور انداز گفتگو

---

[22] حضرت عبد القادر، غنیۃ الطالبین، مترجم مبشر حسین، نعمانی کتب خانہ لاہور، س۔ن، ص75

[23] ایضا، ص125

[24] ایضا، ص610

[25] محمد نعیم، تذکرہ مشائخ سہروردیہ قلندریہ، ص88

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

لوگوں کے دلوں میں نفرت ڈالنے کا آغاز غیر محتاط گفتگو سے ہوتا ہے۔ایسا شخص عوام و خواص کی نظروں سے ہمیشہ گر جاتا ہے جو سوچے بنا بات کر دیتا ہے۔ فضولیات سے انسان کا وقار ختم ہو جاتا ہے مگر انسان کی عزت و وقار کو بر قرار رکھنے کے لیے اسلام میں پر بد کلامی سے بچنے کیلئے متعدد مواقع پر تلقین کی گئی ہے۔ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

سباب المسلم فسوق وقتاله کفر[26]

مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

ایسی نا زیبا گفتگو معاشرے میں ام الفساد ہے۔ کوئی بھی شخص جب اپنی زبان کو بے قابو چھوڑ دیتا ہے اور گندے الفاظ بولتا ہے تو معاشرے کا امن و سکون برباد ہونے لگتا ہے اور معاشرہ اپنی اخلاق اقدار کھو بیٹھتا ہے۔

حکیم لقمان اپنے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں:

یا بُنَيَّ إِنِّي خدمت أَرْبَعَمِأَةِ نبي وَ أَخَذْت مِنْ كَلَامِهِم أَرْبَعَ كَلِماتٍ و هی: اذا کنت فی الصلوه فاحفظ قلبك، و اذا کنت علی المائده فاحفظ حلقك، و اذا کنت فی بیت الغیر فاحفظ عینك، واذا کنت بین الخلق فاحفظ لسانك[27]

اے میرے بیٹے! میں نے چار سو انبیاء کی خدمت کی اور ان کی گفتگو سے چار چیزوں کا انتخاب کیا ۔جب نماز پڑھو تو حضور قلب کا خیال رکھو اور جب دستر خوان پر بیٹھو تو حرام مال کھانے سے اجتناب کرو اور جب کسی کے گھر میں داخل ہو تو اپنی آنکھوں کو محفوظ رکھو اور جب انسانوں کے درمیان ہو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

صوفیاء کرام نے جہاں عوام الناس کو متعدد دینی امور پر عمل کے طریقے بتائے وہیں اخلاق رذیلہ بد کلامی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو بھی اس سے پاک کیا۔ اس مقصد کے لیے صوفیاء کرام اپنے بیشتر اوقات خاموشی میں گزارتے ۔ جب بھی بات کرنے کی حاجت پیش آتی تو مختصراً بات کرتے، اپنے کلام کی خاص نگرانی کرتے ، اس بات سے خوب واقف رہتے کہ ان کا ایک ایک حرف اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا جس کا حساب ہونا ہے۔

صوفیاء کرام ہمیشہ خاموش رہتے اور اپنے قلوب پر خاص نگران ہوتے ہیں ۔دینی گفتگو ہوتی تو کہہ دیتے وگرنہ خاموشی اختیار کیے رکھتے کیونکہ وہ اس امر سے بخوبی واقف ہوتے کہ ان کے تمام کلام کو اللہ رب العزت کے سامنے پیش کیا جائے گا اور نہ صرف اللہ رب العزت بآواز کلام کو سن رہا ہے بلکہ تمام کی تمام سر گوشیوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی بخوبی واقف ہے کیونکہ ملائکہ ایک ایک لفظ کا حساب رکھنے پر مامور ہیں یہ حضرات اس بات سے ہر لحظہ و ہر لمحہ خوفزدہ رہتے کہ ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ ادا ہو جائے جو قیامت کے روز ندامت کا باعث ہو اس سبب ان حضرات نے خاموشی کو اپنائے رکھا۔ اور اسی سبب ان حضرات نے عوام الناس کو بھی لغو باتوں سے بچنے کی تلقین کی۔

حسد اور رضائے الٰہی

حسد بھی ایک اخلاقی بیماری ہے جس کے سبب ایمان کی بنیادیں کمزور ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ انسان کو ہر برائی و نافرمانی پر ابھارنے والی ہے۔دیگر اخلاقی بیماریاں بھی حسد کے ذریعے جنم لیتی ہیں کیونکہ حاسد شخص کبھی تو محسود کی غیبت کرتا ہے کبھی اس کی چغلی کرتا ہے ، کبھی بدگوئی کرتا ہے تو کبھی اس پر تہمت لگاتا ہے۔ حتیٰ کہ حسد انسان کو قتل وغارت پر بھی ابھارتا ہے اسی لیے قرآن کریم میں اس سے بچنے کی دعا سکھلائی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ[28]

اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب حسد کرنے لگے۔

جہاں حاسد کے شر سے پناہ میں آنے کے لیے دعا سکھلائی گئی وہیں مسلمانوں کو حسد کے نقصان کو ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین بھی کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إياكم والحسد فإن الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب او قال :العشب[29]

---

[26] بخاری، امام، صحیح بخاری، کتاب الادب: 6044

[27] شیخ حر عاملی، با تصحیح علی مشکینی المواعظ العددیہ، ص142

[28] سورہ الفلق 113: 5

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

حسد سے بچو کیوں کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا لیتا ہے، جیسے آگ ایندھن کو کھا لیتی ہے یا گھاس کو کھا لیتی ہے۔

حسد ایک ایسی اخلاقی بیماری ہے جس کے دینی نقصانات کے ساتھ ساتھ بہت سے دنیاوی نقصانات بھی ہیں۔ اسی سبب معاشرے کو حسد جیسی تمام اخلاقی بیماریوں سے پاک ہونا چاہئے تا کہ معاشرہ میں اخلاقی اقدار کا رواج دوبارہ عام ہو سکے۔

حسد سے بچو کیونکہ حسد پہلا گناہ ہے جو جنت میں ہوا اور حسد ہی پہلا گناہ ہے جو زمین میں ہوا۔ حسد کی وجہ سے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔

حاسد کو مجلس میں سوائے ندامت کے کچھ موصول نہیں ہوتا اور تنہائی میں رونے اور زعم کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ایسا انسان بوقت نزع سختی اور ہولناکی پاتا ہےاورذلت و رسوائی ہی حاصل کر پاتا ہے ۔

حسد نہ صرف خود ایک اخلاقی بیماری ہے بلکہ مزید اخلاقی بیماریوں کو جنم دینے کا ضامن ہے۔ انہیں اخلاقی بیماریوں سے بچنے کے سبب صوفیاء کرام نے اپنی زندگی میں حسد سے بچنے کی اور رب تعالی کی رضا میں راضی رہنے کی بار بار تلقین کی۔صوفیاء کرام کے شب و روز نبی کریمﷺ کی زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں ۔ ان حضرات کے تمام معاملات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کی خاطر ہوا کرتے ہیں۔ ان مبارک ہستیوں کی زندگی میں حسد کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ آج اس امر کی ضرورت ہے کہ صوفیاء عظام کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی تعلیمات کاجس قدر ہو سکے پرچار کیا جائے تا کہ عصر جدید کا انسان حسد کے ساتھ ساتھ ان تمام اخلاقی بیماریوں سے اپنے دامن کو محفوظ رکھ سکے جو حسد کے باعث جنم لیتی ہیں۔

بے حیائی اور حیا

بے حیائی، فحاشی و عریانی آج کے معاشرے میں عام ہو چکی ہے۔موجودہ دور نے حیا کی چادر کو تار تار کر کے پھینک دیا ہے۔ بے حیائی کے نشے میں نہ صرف احساس ندامت محسوس کرتے ہیں بلکہ اس کی نشر و اشاعت میں بھی مصروف ہیں۔ بے حیائی ایک ایسا ناسور ہے جس کی وجہ سے آج کی بیٹی کی عزت تک محفوظ نہ رہی ۔ عصمت دری عام ہے اور آج کی عورت اپنے آپ کو نیم برہنہ کر نا باعث فخر سمجھتی ہے اور اسے معاشرے کا رواج سمجھتی ہے جبکہ اسلام کی تعلیمات اس کے بر عکس ہیں۔

بے حیائی کے خاتمہ کے لئے اہل تصوف نے کثیر خدمات سر انجام دیں۔ چونکہ بے حیائی کا سب سے پہلا قدم نظر کے سبب اٹھتا ہے جیسا کہ ارشادربانی ہے

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّواْ مِنْ أَبْصَرِهِمْ وَيَحْفَظُواْ فُرُوجَهُمْ[30]

مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں

آپ رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے:

النَّظْرَةُ سَامٌ مَسْمُومٌ مِنْ سِه نامِ إبْلِيسَ مَنْ تَرَكَه مِنْ مَخَافَتِي أَبْدَلْته إيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَه فِي قَلْبِه[31]

"آنکھ کی نظر شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے خوف سے دل کی خواہش کے باوجود اپنی نگاہ کی حفاظت کرے تو اس کے بدلہ میں اسے ایسا پختہ ایمان دوں گا کہ جس کی لذت اور مٹھاس کو وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔"

اسی حدیث مبارکہ کو ذہن نشین کرتے ہوئے اہل تصوف نے اپنے تمام سالکین اور مسلمانوں کو نظر کی حفاظت کی تلقین کی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں ان کے طریقے کی بنیاد گیارہ کلمات پر رکھی گئی ہے جس میں سے ایک نظر در قدم ہے۔ نظر در قدم سے مراد یہ ہے کہ سالک کو چاہئے کہ راہ چلتے وقت نظر اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے ، ہر وقت اس کی نظر سامنے ہو، وہ بلا وجہ اِدھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ اس سے باطن میں فساد کا اندیشہ ہے۔اس کا مقصد ہے کہ نظر کی حفاظت ہو سکے اور کوئی نگار اور پروردہ حسن و جمال دل کو پراگندہ نہ کر سکیں۔ کیونکہ نظر کی آلودگی ایک ایسا زہر آلودہ تیر ہے جس سے شکار اور شکاری دونوں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اہل تصوف کی زندگی پر اگر ہم نظر ڈالیں تو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ صوفیاء کرام نے اپنی زندگی کتنے با حیا طریقے سے گزاری۔

---

29 ابوداؤد،امام، سنن ابوداؤد، کتاب الادب:4903

30 سورہ نور24 :30

31 المنذری، عبدالعظیم ،الترغیب والترہیب، دارالکتب العلمیہ ،بیروت، 1417ھ ،ج3، ص153

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

ایک روز حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل اچانک ایک گھر سے باہر نکلے تو ایک عورت پر نظر پڑی جس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ آپ نے فورا "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھا اور قسم کھائی کہ آئندہ جب بھی نکلوں گا چہرہ ڈھانپ کر نکلوں گا تاکہ کسی عورت پر نظر نہ پڑے۔[32]

آج کا انسان اگر صوفیاء کرام کی حیات کا مطالعہ کرے تو اس امر سے اسے بخوبی واقفیت حاصل ہو گی کہ صوفیاء کرام کی زندگی میں جس قدر بھی مشکلات اور مصیبتیں آئیں وہ حضرات انہیں صبر و شکر سے برداشت کرتے رہے۔ صوفیاء کرام نے اپنی پوری زندگی میں انبیاء سلام اللہ علیہا کی سنت کو یاد رکھا کہ ان پر کس قدر بڑی بڑی مشکلات آئیں مگر تب بھی انہوں نے اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا اور صبر کو اپنا شیوہ بنایا۔ سنت انبیاء کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھتے ہوئے صوفیاء عظام نے ہر دور میں صبر و شکر کی عظیم مثالیں پیش کیں۔ ان حضرات پر زندگی میں جتنی مرتبہ بھی مصیبت و آفات کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے ان کی زبان سے کبھی کلمہ ناشکری ادانہ ہوا۔ یہ حضرات اپنی زندگی میں پیش آنے والے تمام مصائب پر خندہ دلی سے صبر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور اللہ رب العزت کا ہر حال میں شکر ادا کرتے رہے اورنہ صرف اپنے مریدوں، عقیدت مندوں اور انسانیت بلکہ تمام امت مسلمہ کو بھی ہر حال میں صبر و استقامت کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے۔ آج کا انسان اگر صوفیاء کرام کی حیات کا مطالعہ کرے تو اس امر سے اسے بخوبی واقفیت حاصل ہو گی کہ صوفیاء کرام کی زندگی میں جس قدر بھی مصائب ومشکلات آئیں وہ حضرات انہیں صبر و شکر سے برداشت کرتے رہے۔

آج کے معاشرے نے انسان کو حیا سے مبرا کر دیا ہے اور انسان کو مادیت پرستی نے اپنے معبود حق سے دور کر کے بے حیائی جیسے بے شمار رذائل کا دلدادہ بنا کر تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ ضرورت امر یہ ہے کہ صوفیاء کرام کی تعلیمات کو عام کیا جائے جو کہ سنت رسولﷺ اور اسلامی کی پرچار کرتی ہیں۔ تاکہ عصر جدید کا انسان صوفیاء عظام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے آپ کو حیا کی چادر سے آراستہ کرلے۔

[32] شعیب حریفیش، الروض الفائق فی المواعظ والرقائق، ص431